Rooh-e-Tahqeeq, Vol.03, No.02, Serial No. 08, April-June 2025

# اکرام اللہ کے ناول ”گرگِ شب“ کا نفسیاتی جائزہ

# A psychological analysis of Ikramullah's novel "Gurg-e-Shab"

**Aasma Zahra Khan**
PhD Research Scholar (Urdu), The Women University, Multan
aasmazahrakhan@gmail.com

**Prof. Dr. Shagufta Hussain**
Professor Emeritus, Department of Urdu, The Women University, Multan
dr.shagufta@wum.edu.pk

**Abstract:**
Ikram Ullah's Gurg-e-Shab (1978) is a distinctive work in Urdu literature, known for its fearless portrayal of psychological and social taboos. The novel follows Zafar, whose illegitimate birth in a conservative society leaves him burdened by shame and emotional isolation. His struggle with identity and relationship is shaped by the stigma of his origin and his mother's controversial past. The narrative's shifting perspectives mirror Zafar's fractured psyche, while his efforts to find love are continually undermined by inner conflict and trauma. The novel addresses sensitive Themes like incest sexual repression, and mental aguish, not for shock value, but to expose the damaging impact of societal hypocrisy and inherited guilt. By tracing Zafar's journey, Ikram Ullah critiques. The rigid moral codes of traditional society and reveals how such environments can crush individuality and lead to despair.

**Keywords:**
Psychology, Schizophrenia, Anxiety, Inferiority Complex, Guilt Complex, Identity, Alienation, Incest, Insomnia, Crisis, Novel.

ممتاز ادیب، افسانہ نگار ناول نگار اکرام اللہ ۲۹ جنوری ۱۹۲۹ء کو جنڈیالہ ضلع جالندھر (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم امرتسر میں حاصل کی اور تقسیمِ ہند کے بعد اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے۔ بورے والا، چیچہ وطنی اور ملتان میں تعلیم حاصل کی۔ ملتان سے گریجویشن کے بعد لاہور لاء کالج سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ پیشہ ورانہ زندگی میں انھوں نے ملتان میں وکالت کے شعبے میں خدمات سرانجام دیں اور انشونس کے شعبے سے بھی وابستہ رہے۔(۱)

اکرام اللہ کے ادبی سفر کا آغاز افسانہ نگاری سے ہوا۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ”جنگل ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ اکرام اللہ کی دیگر تصانیف میں "بدلتے قالب"، "سوا نیزے پر سورج"، ناولٹ "سائے کی آواز" شامل ہیں۔ (۲) اکرام اللہ کا سب سے معروف اور متنازع ناول "گرگِ شب" ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا۔ اس ناول میں انھوں نے ہمارے معاشرے میں جنسی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کو ایسی بے باکی سے پیش کیا کہ آمرانہ دورِ حکومت میں ناول ”گرگِ شب“ کو فحاشی کے الزام میں پابندی کا سامنا کرنا پڑا۔

اکرام اللہ نے دُنیا میں سب سے زیادہ فروخت ہونے والی افریقی مصنف چنوا اچبے (Chinua Achebe) کی کتاب ”The Things Fall Apart“ کا اُردو ترجمہ "بکھرتی دُنیا" کے نام سے کیا۔ اپنی ذات میں تنہائی پسند اکرام اللہ نے اپنی آپ بیتی دو حصوں میں ”جہانِ گزراں“ اور "ملتانِ ما" کے نام سے لکھی ہے جس میں انھوں نے اپنی زندگی کے سب سے یادگار لمحات امرتسر اور ملتان کی یادوں کو محفوظ کیا ہے۔

اکرام اللہ کا ناول ''گرگِ شب'' زندگی کے تلخ حقائق اور فرد کی زندگی کے المیے کا ایسا بیان ہے جس میں پڑھنے والے خود کو کرداروں کے دُکھ اور بے بسی میں گھرا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ اکرام اللہ نے انسانی نفسیات کی باریکیوں کو بڑی مہارت سے ہر منظر کے ساتھ اس طرح پیش کیا ہے کہ ہر تصویر اور کردار مجسم صورت میں سامنے آجاتا ہے۔

''گرگِ شب'' ایک ایسے انسان کی کہانی ہے جس کی پیدائش ہی اس کے لیے معاشرتی سزا بن جاتی ہے۔ وہ اپنی ماں کے سوتیلے بیٹے کے ناجائز تعلق کا ثمر ہے۔ ایک ایسا راز جو اس کی پوری زندگی کو عذاب بنا دیتا ہے۔ سماج کی بے رحمی، رشتوں کی اُلجھن، اپنی اصل کی تلاش کا کرب اور اپنے ناجائز اولاد ہونے کا المیہ ایک درد کی صورت میں پھیلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ناول نہ صرف معاشرتی منافقت کو بے نقاب کرتا ہے بلکہ انسان کی فطری بے بسی کو بھی سامنے لاتا ہے۔ ''گرگِ شب'' بیانیہ تکنیک کے ذریعے کرداروں کا تعارف کراتا ہے۔ قاری راوی کی آنکھ سے کرداروں کو دیکھتا ہے اور راوی مہارت سے اپنے قاری کا ہاتھ پکڑ کر ایک ایسے جہان میں لے جاتا ہے جہاں اس کی ذات کا دُکھ اور المیہ اُس کے محسوسات اُس کی نظر سے دیکھتا، سنتا اور محسوس کرتا ہے۔

ناول کا مرکزی کردار ظفر (شفیع) اپنی پیدائش کے حوالے سے شدید احساسِ جرم، نفرت اور سماجی عدم قبولیت کا شکار ہے۔ اس کی شخصیت میں خود پر عائد کردہ داغ (Self Stigma) اور وجودی اضطراب (Existential Anxiety) نمایاں ہے۔ وہ اپنے بارے میں اس کا کہنا ہے:

> ''میری پیدائش ہی میرے لیے عذاب بن گئی ہے میں کون ہوں؟ کس کا ہوں؟ یہ سوال ہر لمحہ میرے اندر سانپ کی طرح لوٹتا رہتا ہے۔''(۳)

نفسیاتی حوالے سے دیکھا جائے تو ایسے افراد جن کی پیدائش سماجی طور پر قابلِ قبول نہ ہو اُن میں شناخت کا بحران (Identity Crisis) اور احساسِ کمتری (Inferiority Complex) پیدا ہو جاتا ہے۔ خاندانی اور معاشرتی قبولیت سے محرومی ظفر کو شدید شناختی بحران کے ساتھ احساسِ کمتری کا شکار کر دیتی ہے۔ یہ بے چینی اور اضطراب اس کی شخصیت کا جزو بن جاتا ہے۔

ناول نگار نے راوی کے ذریعے کرداروں کا تعارف کرایا ہے۔ لیکن ایک دو مقامات پر کچھ کردار اپنی زبان سے اپنا تعارف بھی کراتے ہیں۔ ظفر کے المیے کے ساتھ جُڑا ہوا ایک کردار ماں کا بھی ہے۔ جس کے کردار میں ہمیں احساسِ جرم (Guilt Complex) اور سماجی تنہائی (Social Isolation) کا خوف بھی نظر آتا ہے۔ گو کہ ناول کا کردار ہی اپنے پڑھنے والوں کو دیگر کرداروں کی خوبیوں، خامیوں سے متعارف کراتا ہے۔ لیکن پھر بھی ناول میں زیادہ وضاحت نظر نہ آنے کے باوجود ماں کے کردار کے اثرات، ایک طرح سے اس المیے کے ساتھ جُڑے ہونے کے باعث قاری کو اپنے درد اور دُکھ کے احساس کے قریب کرتا ہے۔ اس کردار میں ماں کی متضاد جذباتیت Maternal Ambivalence واضح دکھائی دیتی ہیں۔ اس ناول میں ایک ایسی ماں کا کردار سامنے آتا ہے جو ایک جرم کی وجہ سے نفسیاتی طور پر شدید دباؤ اور پشیمانی کا شکار ہے۔ لیکن اُسے اپنے احساسِ گناہ اور جرم کے ساتھ جینا بھی ہے۔ اور اپنے ارد گرد اپنی ذات کا بھرم بھی قائم رکھنا ہے اور یوں وہ ایک احساسِ برتری کے اظہار کی کوشش میں رہتی ہے۔

> "Maternal ambivalence is often rooted in social condemnation and internalized Guilt."(4)

ترجمہ: ماں کی متضاد جذباتیت اکثر سماجی مذمت اور اندرونی احساسِ جرم میں جڑ پکڑتی ہے۔

اکرام اللہ نے ''گرگِ شب'' میں کمال خوبصورتی سے چند ایسے کردار تخلیق کیے ہیں جن کا وجود ہمیں المیے کے حوالے سے ذمہ داروں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔ وہ کردار زیادہ دیر منظر نامے اور کینوس پر دکھائی نہیں دیتے لیکن ان کی وجہ سے ہی یہ المیہ جنم لیتا ہے ایسا ایک کردار سوتیلے بیٹے کا ہے اس کردار میں اخلاق باختہ، اخلاقی لاتعلقی (Moral Disengagement)

اور شکاریانہ رویہ (Predatory Behavior) نمایاں ہیں۔ جو اس جرم کا ارتکاب کر کے بھی مردانہ برتری کے احساس کے ساتھ جیتا ہے یہ کردار جذباتی بے حسی اور طاقت کے غلط استعمال کی مجسم شکل ہے۔ اخلاقی لاتعلقی افراد کو ایسے اعمال کرنے کی اجازت دیتی ہے جو اخلاقی اُصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں بغیر خود کو ملامت کیے۔

> ''اے مائی ذرا اپنی منجی تلے ڈانگ پھیر۔ میری بہن تو کسی میراثی کے ساتھ چلی گئی تھی نا، تو نے تو میرا شوہر مجھ سے لیا ہوا ہے، سوتیلے بیٹے سے معاشقہ بھی جمایا ہوا ہے۔ شرم ہو تو جا ڈوب مر۔ اپنے خاوند کے بیج سے ہی اس کا بیٹا کھڑا کر دیا'۔ بھابھی ابھی اسی جملے پہ تھی کہ میری صحن میں سنتے بڑے بھائی پر اچانک نگاہ پڑی۔ میری ماں دونوں ہاتھوں سے چھاتی اور رانوں کو پیٹنے اور زار زار رونے لگی۔ 'ہائے میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں، مجھ پر ایسی تہمت؟ غلام احمد اس گشتی رَن کو سمجھالے، نہیں تو خون ہو جائیں گے۔' بھائی نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ڈنڈا اُٹھایا اور بھابھی کو پیٹنا شروع کر دیا''۔(۵)

''گرگِ شب'' میں ایک کردار غیر محسوس طور پر ساتھ ساتھ چلتا ہے اور وہ کردار سماج کا ہے جو اجتماعی جابر (Collective Oppressor) کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے۔ سماج کا یہ کردار ناول کے سب کرداروں کی شکل میں تشکیل پاتا ہے۔ فرد کی نفسیاتی ساخت کو توڑنے والے سماجی رویے ایک ایسے ماحول کو جنم دیتے ہیں جو سماجی اضطراب (Social Anxiety) اور اجنبیت (Alienation) پیدا کرتا ہے۔ بظاہر روشنیوں کی چکا چوند میں موسیقی کی تیز دُھنیں، زندگی کے مناظر پر ایک فرد کو اندر سے تنہا، ویران اور لاحاصل کی جستجو میں سرگرداں دکھاتی ہیں۔ سماجی دباؤ فرد میں اجنبیت اور اضطراب کے شدید احساسات پیدا کر سکتا ہے۔''گرگِ شب'' کے کردار نہ صرف اپنی ذات بلکہ پورے معاشرتی نظام کے عوارض کا شکار ہیں۔ اکرام اللہ نے آج کے نفسیاتی مسائل کو بڑی مہارت سے پیش کیا ہے۔''گرگِ شب'' کے فلیپ میں محمد خالد اختر نے لکھا ہے:

> ''گرگ شب'' ایک ایسے الجھے ہوئے، دراڈیڑے شخص کی کہانی ہے جو ایک Incest کے رشتے سے اس دُنیا میں آیا ہے، اور اب اپنی ذہنی گرہوں کی وجہ سے اپنی شرم اور نفسیاتی رکاوٹوں کی دیوار پھاند کر ایک عام اوسط آدمی کی ذہنی اور جسمانی زندگی کا حاصل کرنا اس کے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔۔۔ جس خوبصورتی، فنی مہارت، قوت اور لطافت سے مصنف نے ایک آدمی کے المیے کی عجیب اور حیرت انگیز کہانی لکھی۔ وہ ہمارے ادب میں ایک نئی چیز ہے۔''(۶)

لیکن سچ تو یہ ہے کہ اکرام اللہ نے اُلجھے ہوئے، دراڑ پڑے ہوئے ایک شخص کے المیے کو بیان نہیں کیا بلکہ وہ ایک شخص، جو ناجائز اولاد کا دھبہ لیے اس سماج میں زندہ ہے، سے جُڑے دیگر کردار بھی اس المیے کے بھاری پتھر تلے دبے رہتے ہیں۔ چاہے وہ ماں کا کردار ہو، سوتیلے بیٹے، بہو، سوتیلی ماں یا اُس کے باپ کا کردار ہو ہر ایک کا دُکھ اس المیے کے ساتھ جُڑا ہے لیکن سارے کردار ایک گناہ کے بوجھ سے واقف ہو کر جیتے ہیں۔

> ''اب جب سے یہ عجیب عجیب خواب آنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے، تنہائی پگھلے ہوئے سیسے کی مانند قطرہ قطرہ میرے دل کے کوزے میں گرتی رہتی ہے اور اسے بوجھل تر بناتی ہے۔ آخر اس بڑھتے ہوئے بوجھ سے تھک کر وہ ٹھہر جائے گا۔ تو ٹھہر جائے، کیا فرق ہے۔ مگر یہ وقت کا پتھر تو کسی طرح ہلے۔''(۷)

ظفر کی بے خوابی اس کی نفسیاتی کیفیت کا براہِ راست نتیجہ ہے۔ جس میں اس کے ذہن میں پلنے والے خوف اور احساسِ جرم نے نیند کو اس کے لیے ایک اذیت ناک تجربہ بنا دیا ہے۔ وہ سونے سے اس لیے گریز کرتا ہے کہ خواب اس کے لاشعور میں چھپے ہوئے خوف اور ماضی کے داغ کو بار بار اس کے سامنے لے آتے ہیں۔ اس کے خواب محض ڈراؤنے مناظر نہیں، بلکہ اس کی شناخت کا بحران اور معاشرتی تضحیک کا عکس ہیں جو اسے مسلسل بے چینی اور اضطراب میں مبتلا رکھتے ہیں۔

ظفر کی بے ربط خود کلامی اس کی داخلی کش مکش اور منتشر خیالات کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے خود کو جواب دیتا ہے۔ مگر یہ سوالات اور جوابات کسی منطقی ترتیب کے بغیر اس کے ذہن میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ یہ کیفیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ظفر اپنی ذات کے بارے میں شدید تذبذب اور عدم تحفظ کا شکار ہے۔ اس کی گفتگو میں ترتیب کا فقدان، اس کے شعور اور لاشعور کے درمیان جاری کش مکش کی علامت ہے۔ جہاں وہ اپنی اصل کو قبول کرنے اور معاشرتی داغ سے نکلنے میں ناکام نظر آتا ہے۔ یوں ظفر کی بے خوابی، خوابوں کا خوف اور بے ترتیب خود کلامی اس کے نفسیاتی انتشار اور شناختی بحران کا گہرا اظہار ہیں۔ جو اس کی پوری شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ظفر کی شخصیت میں سب سے نمایاں عارضہ احساسِ جرم (Guilt Complex) ہے جو اس کی پیدائش کے پس منظر سے جُڑا ہوا ہے۔ اس کی ماں نے اپنے سوتیلے بیٹے سے جنسی تعلقات قائم کیے جس کے نتیجے میں اس کی پیدائش ہوئی۔ جسے وہ اپنے وجود پر بدنما داغ سمجھتا ہے۔ اس احساس اور معاشرتی تضحیک نے اس کی شخصیت میں شدید عدم تحفظ اور نفسیاتی اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ سگمنڈ فرائیڈ کے مطابق لاشعور میں چھپی ہوئی خواہشات اور احساسات انسان کی شخصیت پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ فرائیڈ لکھتا ہے:

> "I shall prove that those exists a psychological technique by which dreams may be interpreted, and that upon the application of this method every dream will show itself to be a senseful psychological structure which may be introduced into an assignable place in the psychis activity of the waking state."(8)

ترجمہ: میں ثابت کروں گا کہ ایک نفسیاتی تکنیک موجود ہے جس کے ذریعے خوابوں کی تعبیر کی جا سکتی ہے اور اس طریقے کے اطلاع پر ہر خواب اپنے آپ کو ایک بامعنی نفسیاتی ساخت کے طور پر ظاہر کرے گا۔ جیسے جاگتے ہوئے ذہنی سرگرمی میں ایک مخصوص مقام دیا جا سکتا ہے۔

ظفر کے خواب دراصل اس کے لاشعور میں چھپے ہوئے خوف، احساسِ جرم اور عدم تحفظ کا اظہار ہیں۔ وہ خوابوں سے بچنے کے لیے نیند سے گریز کرتا ہے۔ نفسیات میں اس بے خوابی کو، انسومنیا (Insomnia) کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت ظفر کی شخصیت کو مزید منتشر اور بے سکون بنا دیتی ہے۔ ظفر کی خود کلامی دراصل اس کے ذہنی اضطراب اور شناختی بحران کا اظہار ہے۔ وہ اپنے آپ سے سوال کرتا ہے خود کو جواب دیتا ہے۔ مگر یہ سب ایک بے ربط سلسلے کی مانند ہے۔

ایرک ایریکسن (Erik Erikson) کے مطابق شناختی بحران (Identity Crisis) نوجوانی اور جوانی میں شدت اختیار کر سکتا ہے۔ خاص طور پر جب فرد اپنے وجود اور معاشرتی مقام کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہو۔ ایریکسن کے مطابق نوجوان شناخت کی تلاش میں بچپن کے مختلف کرداروں اور تجربات کو اپنے وجود کے ایک مربوط احساس میں ضم کرنا چاہتے ہیں۔ ظفر کی خود کلامی اور بے ربط سوالات اس کی داخلی کش مکش کی علامت ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کو گناہ سمجھتا ہے حالانکہ حقیقت میں یہ اس کا ذاتی قصور نہیں۔ یہ احساسِ جرم اور معاشرتی داغ اس کی شخصیت کو مسخ کر دیتے ہیں۔

> "وہ لگن جو کاروبار میں مجھے ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف اُڑائے لیے جاتی تھی، کہاں چلی گئی؟ میرے دن اور رات اندرونِ ملک سے آئے ہوئے کپاس بیچنے والے بیوپاریوں یا بیرونی ممالک سے آئے ہوئے کپاس خریدنے والے بیوپاریوں، دلالوں اور کمیشن ایجنٹوں کے ساتھ گزرتے تھے اور مجھے وقت کا پتہ بھی نہ چلتا تھا۔ شاید دولت کی نئی نئی ریل پیل مجھے سب کچھ بھلائے ہوئے تھی اور اب دیکھ لیا ہے کہ دولت کے انبار چاہے کتنے بلند ہو جائیں میری زندگی کی کوتاہ قامتی کو بلندی عطا نہیں کر سکتے" (۹)

یہ اقتباس ظفر کے وجودی بحران (Existential Crisis) کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ دولت اور کامیابی کے باجود

اندرونی خلا اور بے معنویت کو محسوس کرتا ہے۔ جو کہ ژاں پال سارتر کے فلسفے کے مطابق وجودی اضطراب کی علامت ہے۔ اس کے مطابق انسان وہی ہے جو وہ خود کو بناتا ہے۔

"وقت گزارنے کا ایک اچھا طریقہ عورت بھی ہو سکتی ہے، چاہے کرائے ہی کی کیوں نہ ہو۔ اگر اس نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تم اپنے بھائی کے بیٹے ہو کہ باپ کے تو کیا جواب دوں گا؟ چلو! پاگل مت بنو۔ ایسا سوال وہ کیسے پوچھ سکتی ہے؟ بس ایک مرتبہ بات ہو گئی، سو ہو گئی۔" (۱۰)

اس اقتباس میں بار بار یہ احساس اُبھرتا ہے کہ وہ (ظفر) معاشرتی اور ذاتی سطح پر خود کو کمتر اور ناقص سمجھتا ہے۔ اس کا اصل یعنی اپنی پیدائش کا پس منظر اس کے لیے ایک دائمی شرمندگی اور عدم اعتماد کا باعث ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر اس کی حقیقت کسی پر عیاں ہو گئی تو وہ معاشرتی طور پر اور بھی نیچا ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عورت کے ساتھ تعلق کو بھی وقتی تسکین اور حقیقت سے فرار کے طور پر دیکھتا ہے نہ کہ ایک پُر معنی رشتے کے طور پر۔ الفریڈ ایڈلر (Alfrad Adler)، جو نفسیات میں احساسِ کمتری کے نظریے کے بانی ہیں، لکھتے ہیں:

"The feeling of inferiority, which is universal, becomes pathological when it impedes the individual's striving for superiority and self fulfillment."(11)

ترجمہ: احساسِ کمتری، جو ہر انسان میں پایا جاتا ہے۔ اس وقت مرض جیسی کیفیت اختیار کر لیتا ہے جب یہ فرد کی برتری اور خود تکمیل کی جدوجہد میں رُکاوٹ بن جائے۔

ظفر کے ذہن میں یہ خوف ہے کہ اگر عورت نے اس سے اس کی اصل کے بارے میں پوچھ لیا تو وہ کیا جواب دے گا۔ دراصل اس کی احساسِ کمتری کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خود کو معاشرتی معیار پر کمتر اور ناکام تصور کرتا ہے اور اسی لیے وہ کسی بھی گہرے یا پائیدار رشتے سے گریز کرتا ہے۔ ظفر کی شخصیت شناختی بحران (Identity Crisis) اور احساسِ کمتری کا باہمی تعلق بھی ہے۔ دونوں احساس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

ایرک ایریکسن (Erik Erikson) کے مطابق فرد جب اپنی شناخت کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہو تو وہ اکثر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جب شناخت بحران کا شکار ہو تو ناکافی پن اور کمتری کے احساسات فرد پر غالب آ جاتے ہیں۔ درج بالا اقتباس میں ظفر کا "پاگل مت بنو" کہنا عورت سے وقتی تعلق کو ترجیح دینا، اور اپنی اصل سے متعلق سوالات سے بچنا، نہ صرف اس کی شناخت کے بحران کی علامت ہے بلکہ اس کے شدید احساسِ کمتری کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ ظفر کی شخصیت میں یہ دونوں نفسیاتی عوارض باہم مربوط ہیں اور اس کی معاشرتی بیگانگی، جذباتی انحطاط اور رشتوں سے اجتناب کی اصل وجہ ہیں۔ یہ اس کی شخصیت میں خود اعتمادی کی کمی کی بھی علامت ہیں۔

"میرے کان کھڑے ہو گئے۔ ماتھے پر کہیں سے پسینہ آ گیا۔ نشہ جیسے کبھی ہوا ہی نہیں تھا۔ مجھے یاد آ گیا کہ پہلے بھی کسی نے اس محبت اور لجاجت سے ایک بات پوچھنے کی اجازت چاہی تھی۔ ریحانہ کو کہاں سے پتہ چل گیا کہ میں اپنے باپ کا نہیں، بھائی کا بیٹا ہوں۔ کیا ہر عورت محبت کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری سمجھتی ہے کہ اس کی نگاہوں کا مرکز کہیں اپنے بھائی کا بیٹا تو نہیں۔" (۱۲)

"گرگِ شب" کا یہ اقتباس ظفر کی شدید نفسیاتی کش مکش، اضطراب (Anxiety)، احساسِ کمتری، شناخت کے بحران کے ساتھ دیگر کئی کیفیات کی عکاسی کرتا ہے۔ نفسیات میں اضطراب (Anxiety) ایک ایسی کیفیت ہے جس میں فرد کو غیر واضح، غیر مخصوص خوف، بے چینی اور ذہنی دباؤ محسوس ہوتا ہے۔ ظفر کی کہانی میں شدید خوف، پسینہ آنا، دل کی دھڑکن کا تیز ہونا اور سوالات سے گھبرانا اضطراب کی واضح مثالیں ہیں۔ اضطراب ایک ایسا جذبہ ہے جس کی خصوصیت تناؤ، فکر مند خیالات اور جسمانی تبدیلیاں جیسے بلڈ پریشر کا بڑھنا ہے۔

ظفر کے کردار کا بنیادی عنصر اضطراب بھی ہے جو اس کے احساسِ کمتری اور شناخت کے بحران کو مزید پیچیدہ اور شدید بنا دیتا ہے۔ اس اضطراب کی وجہ سے وہ سماجی تعلقات میں بے چینی محسوس کرتا ہے۔ اور اپنی اصل شناخت کے خوف سے فرار اختیار کرتا ہے۔ لہذا ظفر کے "کان کھڑے ہو جانا"، ماتھے پر پسینہ آنا، نشہ جیسے کبھی ہوا ہی نہیں"۔ جیسے جملے اس کی جسمانی اور ذہنی اضطراب کی عکاسی کرتے ہیں۔ ظفر کا خوف کہ ریحانہ اس کی اصل شناخت جان جائے گی اس اضطراب کو بڑھاتا ہے اور اسے ذہنی دباؤ میں مبتلا کرتا ہے۔

"ظفر کا جوا کھیل جانا" اور چانس لینا اس کے دفاعی میکانزم (Defence Mechanism) کی مثال ہے۔ ظفر کی خود کلامی اور اندرونی مکالمہ اس کی معاشرتی بیگانگی اور داخلی کش مکش کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا اپنی اصل کے بارے میں شکوک اور ریحانہ کے سوال سے خوفزدہ ہونا اس کی شخصیت میں عدم تحفظ اور معاشرتی قبولیت کے بحران کا مظہر ہے۔
"گرگِ شب" کے کرداروں کا نفسیاتی تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ ہر کردار اپنے داخلی عوارض اور معاشرتی دباؤ کے زیر اثر ہے۔ ظفر کا احساسِ جرم اُس کے ناکردہ گناہ کی صورت میں اُس کی شناخت کے بحران سے بڑھ کر خوابوں کے خوف، بے خوابی اور اس کی شخصیت کے بکھر جانے تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح اس کی ماں اور دیگر کردار بھی نفسیاتی مسائل کا شکار ہیں۔ اِس ناول کے مطالعے سے اس کے ماضی، معاشرتی ماحول اور داخلی احساسات کا اثر گہرا ہوتا ہے اور یہ سب مل کر اس کی نفسیاتی ساخت کو تشکیل دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

## حوالے


(۱) اکرام اللہ، جہانِ گزراں، (لاہور، القا پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ۸۔

(۲) اکرام اللہ، سائے کی آواز، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ۸۸۔

(۳) اکرام اللہ، گرگِ شب، (لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء)، ۲۹۔

(4) Chodorow, Nancy, The Reproduction of Mothering, California, University of California Press, 1978, p.94.

(۵) اکرام اللہ، گرگِ شب، ۲۸۔ (۶) ایضاً، ۵۔ (۷) ایضاً، ۴۵۔

(8) Freud, Sigmund/ James Strachy, The Interpretation of Dreams, New York, Mecmillen & Company, 1913, p.123.

(۹) اکرام اللہ، گرگِ شب، ۴۵۔

۱۰۔ ایضاً، ۴۷۔

(11) Adler, Alfrad, Understanding Human Nature, ,New York, Greenberg, 1927, p.45.

۱۲۔ اکرام اللہ، گرگِ شب، ۶۲۔


## Refrences


1. Ikramullah, *Jahan-e-Guzraan*, (Lahore: Alqa Publications, 2019), p8.
2. Ikramullah, *Sa'ay ki Aawaz*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2001), p88.
3. Ikramullah, *Gug-e-Shab*, (Lahore: Aks Publications, 2019), p29.
4. Chodorow, Nancy, *The Reproduction of Mothering*, California, University of California Press, 1978, p.94.
5. Ikramullah, *Gug-e-Shab*, p28. 6. ibid, p5. 7. ibid, p45.
8. Freud, Sigmund/ James Strachy, *The Interpretation of Dreams*, (New York: Mecmillen & Company, 1913), p.123.
9. Ikramullah, *Gug-e-Shab*, p45.
10. ibid, p47.
11. Adler, Alfrad, *Understanding Human Nature*, (New York: Greenberg, 1927), p.45.
12. Ikramullah, *Gug-e-Shab*, p62.


❖❖❖